طبی اداروں اور تعلیم گاہوں میں مردوزن کے اختلاط کا شرعی تجزیہ

INTERMINGLING OF GENDERS AT HEALTHCARE INSTITUTIONS AND CENTERS – A SHARIAH ANALYSIS

ڈاکٹر مفتی محمد وصی فصیح بٹ*

ABSTRACT

Medical treatment is regarded as Sunnah and medicine is a sacred profession. A physician is a prominent part of Islamic society. He has been believed as a righteous and conscientious person in Islamic history. However, persistence of this image has been interrupted and distorted due to decline in society and ethical values of Islamic culture. Consequently, reflections of this decline began to appear in medical profession as well. One of this pity picture is liberal and non-Islamic atmosphere of educational institutions. Since educational institutions prepare human beings having righteous character, Therefore, in the light of divine sources of knowledge, detailed description of one of their important aspects' rectification is presented in this study. The requirement of co-working in hospitals and medical colleges and an impartial analysis of its supporters' arguments and opponents has been presented as well. Keeping in view this analysis it has been established that co-existance in these institutions is incompatible to Islam's motives. However, in view of unavailability of monitory resources and manpower, rooms temporarily provided by shari'ah also have been discussed for indicating a way out for persons following religion strictly. It is, however, recommended strongly that Government and competent authorities should establish dedicate educational institutions and segregated hospitals for both genders. They may take help of everyone possible resource. Till unavailability of this ideal system medical education in coeducational colleges and getting treatment from physician belonging to opposite gender may be obtained subject to compliance of conditions as per shari'ah depicted in this study.

KEYWORDS: Coeducation, Intermixing, Islamic Medicine, Bioethics, Shariah Compliance

علاج معالجہ سنت ہے اور طب ایک مقدس پیشہ ہے۔ معالج اسلامی معاشرے کا ایک نمایاں فرد ہوتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں انہیں ہمیشہ ایک باکردار اور دیندار شخصیت کے روپ میں دیکھا گیا۔ماضی قریب میں یہ تسلسل منقطع ہوا

* اسسٹنٹ پروفیسر، ہمدرد یونیورسٹی، کراچی wasiefasih@hotmail.com

اور معاشرے کی ابتری اور تمدن اسلامی کے زوال کے مظاہر اس مقدس شعبہ سے وابستہ افراد میں بھی نظر آنے لگے۔اس کی ایک وجہ طبی تعلیم گاہوں کا آزاد اور غیر اسلامی ماحوال بھی ہے۔چونکہ تعلیم گاہیں انسان ساز ہوتی ہیں اسلیے زیرِ نظر مضمون میں ان کے تزکیہ سے متعلق ایک اہم پہلو پر مآخذ اسلامیہ کی روشنی میں تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ ہسپتالوں، مڈیکل کالجز کے مخلوط ماحول کی ضرورت اور اس کے مانعین اور مجوزین کے دلائل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ پیش کیا گیا۔ اس کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ ان اداروں کا مروجہ آزادانہ تعامل مقاصد اسلامی سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ تاہم مالی وسائل اور متعلقہ رجال کار کی عدم دستیابی کی مجبوری کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے وقتی شرعی گنجائشوں کو بھی بیان کیا گیا تاکہ متعلقہ دیندار طبقہ کے لیے راہِ عمل متعین ہو سکے۔ یہ سفارش کی جاتی ہے کہ حکومت اور بااختیار افراد مخلوط تعلیم کے بجائے مردو خواتین کے لیے علیحدہ تعلیم گاہیں بنائیں اور ہر ایک کی دسترس میں جداگانہ ہسپتال لانے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں۔جب تک ایسا مثالی نظام قائم نہ ہو سکے تو اس مضمون میں بیان کردہ تمام تر شرائط و قیودات کی پابندی کرتے ہوئے مخلوط ماحوال میں میڈیکل کی تعلیم بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور مخالف جنس طبی ماہرین سے علاج معالجہ کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

1. پسِ منظر

1.1 مقصدِ حفظ نسل اور تشریع اسلامی

انسانی جان، مال، عقل، نسل اور دین کی حفاظت تشریع اسلامی کا مقصد اور شرعی احکام کا منتہی ہے[1]۔انسان کی دنیوی سلامتی اور اخروی نجات انہیں پانچوں کلیات واصول کی حفاظت سے مشروط ہے۔انہی مقاصدِ خمسہ میں نسل و عزتِ انسانی کی حفاظت بھی اہم درجہ رکھتی ہے۔ایک طرف نکاح کو مشروع قرار دیا گیا تاکہ نسل انسانی محفوظ رہے تو دوسری طرف نسب کو ملاوٹوں سے پاک رکھنے کے لیے زنا و فحاشی کا دروازہ بند کیا گیا۔اسی طرح حد قذف و لعان کے احکامات مشروع کیے تاکہ نسلِ انسانی کا دامن داغدار نہ ہو اور ابنِ آدم کی عزت و حرمت بھی محفوظ رہے۔[2]

نسلِ انسانی کی اسی حفاظت کے پیشِ نظر پردے کے احکام مشروع ہوئے اور شریعت نے مردوزن کے اختلاط کو ہر ممکن صورت روکنے کی تدبیر کی اور ہر ممکنہ سطح پر دونوں کے درمیان حدیں کھینچ دی ہیں۔

عبادات میں اختلاط سے بچاؤ کی تدبیریں اسلام کے نظام عبادت میں واضح تر ہیں۔ نماز ایک بنیادی اور اہم عبادت ہے جس کی مسجد میں ادائیگی مرغوب ہے لیکن جو صحابیات مسجد میں آنا چاہتی تھیں ان کے لیے بھی متعدد شرائط رکھی گئیں تاکہ کسی موقع پر بھی اختلاط کی کوئی صورت نہ بن سکے۔ان کی صفیں جدا جدا کر دی گئیں، حتی کہ امام سے

قریب اول صف میں ہونا نماز کے اہتمام کی علامت اور باعثِ اجر ہے لیکن خواتین کو حکم ہے کہ وہ اختلاط سے بچنے کو اوّلین ترجیح دیں اور مردوں کی صفوں سے دور رہنے کو باعثِ اجر سمجھیں۔ حدیث میں ہے: "مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور سب سے بدترین صف آخری صف ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور بدترین صف پہلی صف ہے[3]۔ صحابہ کرام کو تاکید تھی کہ وہ تب تک اپنی نماز کی جگہ سے نہ اٹھیں جب تک صحابیات اپنے اپنے گھروں کو نہ چلی جائیں[4]۔ دونوں کے لیے مسجد کے دروازے الگ الگ قائم کیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو ایک دروازے کے بارے میں یہ فرمایا: لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ "اگر ہم یہ دروازہ عورتوں کے لیے چھوڑدیں تو کیا ہی اچھا ہو۔" اس رشاد کو ہم تک پہنچانے والے ابن عمر رضی اللہ عنہ فوت ہونے تک کبھی اس دروازے سے نہیں گزرے[5]۔

ان تمام تر رکاوٹوں کے باوجود مسجد میں مرد و عورت کے اس ظاہری اختلاط کو بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا اور زبانِ نبوت سے خواتین کو اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھنے کی ترغیب جاری ہوئی۔ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے یہ عرض کیا کہ ان کا جی چاہتا ہے کہ وہ ہر نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مسجد میں ادا کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہارا گھر کے اندرونی حصے میں نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور حجرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر کے برآمدے میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھے سے بہتر ہے اور تمہارا محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے[6]۔

جمعہ کی نماز ایک اہم اجتماعی عبادت ہے۔ یوم الجمعہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اسے ہفتے میں صرف ایک بار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود شریعت نے اسے بھی عورتوں پر فرض نہیں کیا کیونکہ جمعہ کا اجتماع عام نمازوں کی نسبت زیادہ بڑا ہوتا ہے لہٰذا اختلاط کے امکانات بھی ہوسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان کے لیے نمازِ جمعہ ضروری ہے مگر، عورت، بچہ اور مریض پر یہ پابندی نہیں ہے[7]۔ فرض نماز کی الگ الگ جماعت ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں نہیں کرائی جاسکتی لیکن تراویح کی جماعت الگ الگ کرائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اپنے عہد خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حتمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسجد کے آخری کونے میں عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھائیں[8]۔ اس فاروقی حکم نامہ سے یہ بھی یہی اخذ ہوتا ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کا عام اجتماع ہو تو عورتوں کے لیے مردوں سے ہٹ کر ایسی جگہ مقرر کی جائے گی جو ایک کونے میں ہو اور مردوں کا ادھر آنا، ان کی نظر ان تک جانا یا مردوں کی آواز کا عورتوں تک پہنچنا سہل نہ ہو۔ اسی

طرح خواتین کی آواز، نظر اور پہنچ مردوں تک نہیں ہو سکے گی اور وہ اختلاط سے بچ جائیں گے۔

عمومی راستوں اور عوامی مقامات میں بھی مرد و زن کے باہمی امتیاز کو برقرار رکھا گیا۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مرد اور خواتین عوامی راستوں میں بلا امتیاز مل جل کر چل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو حکم فرمایا کہ وہ راستے کے کنارے پر چلا کریں، ان کے لیے راستے کے درمیان چلنا مناسب نہیں۔ اس ارشادِ نبوی کی خواتین نے اس درجہ پاسداری کی کہ وہ راستے کے درمیانی حصے کو چھوڑ کر دیواروں کے ساتھ اس قدر سمٹ کر چلنے لگیں کہ ان کی چادریں دیواروں کے ساتھ اٹک جاتی تھیں[9]۔

اسی عدم اختلاط کی پالیسی کے تحت یہ تعلیم دی گئی کہ اگر کسی مقدمے میں خاتون کی گواہی یا بیان ناگزیر ہو جائے تو جج خود یا اس کا نمائندہ خاتون کے گھر جائے، اسے عدالت میں نہیں بلائے۔ دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے جن میں سے ایک کا بیٹا کنوارہ لڑکا دوسرے صاحب کی بیوی سے زنا کر بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو سو کوڑے مارنے کی سزا سنائی اور انیس رضی اللہ عنہ کو ملزمہ خاتون کے متعلق حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جائیں اور وہاں جا کر اان سے دریافت کریں، اگر وہ اعترافِ جرم کر لیں تو ان پر رجم (سنگسار) کی سزا جاری کریں۔ چنانچہ اس عورت نے اعتراف کر لیا اور انہوں نے اس کو سنگ سار بھی کیا[10]۔ اس قدر اہم اور سنگین مقدمہ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں کیا کہ ملزمہ کو بلا کر اس سے تفتیش کی جائے بلکہ تحقیق مقدمہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نمائندے کو اس ملزمہ کے پاس بھیجا۔ امام نسائی رحمہ اللہ تعالی نے مندرجہ بالا حدیث سنن نسائی میں بیان کر کے اس کا عنوان قائم کیا ہے: بَاب صَوْنِ النِّسَاءِ عَنْ مَجْلِسِ الْحُكْمِ: عدالتی مجلسوں سے عورتوں کو بچانا[11]۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ محدثین بھی عورتوں کو عدالتی مجلسوں میں نہ بلانے ہی کو شرعی حیثیت سے جانتے تھے۔ تاہم اگر کسی مجبوری یا حکمت کے تحت خاتون کو عدالت میں بلا ہی لیا جائے تو فقہائے اسلام نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ قاضی عورت کے لیے مردوں سے الگ جگہ مقرر کرے گا۔[12]

مخلوط سماج سے بچاؤ کے لیے مرد و زن کو جداگانہ دائرہ کار عنایت کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو گھر کی چار دیواری تک محدود رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت (کے دنوں میں) اظہار زینت کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاتی پھرو"[13]۔ البتہ ضرورت کے لیے حسب ضرورت خواتین باہر بھی جا سکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک تمہیں یہ اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی حاجت کے لیے (گھر سے) باہر نکل سکتی ہو[14]۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امورِ خانہ داری سپرد کیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر کے امور سپرد کیے[15]۔ شریعت کے مجموعی احکام کو سامنے

رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ عورت کے ذمے وہ کام لگائے گئے جن کا تعلق گھر کی چار دیواری سے ہے مثلاً کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی کرنا، گھر میں موجود بیمار، معذور اور بوڑھے افراد کا خیال رکھنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔ اس کے برعکس مرد پر ان امور کی ذمہ داری ڈالی گئی جن کا تعلق بیرونِ خانہ سرگرمیوں سے ہے مثلاً باجماعت نماز ادا کرنا، اذان کہنا، امامت کرانا، جنازہ پڑھنا اور تدفین کرنا، خرید و فروخت کرنا، جہاد کرنا، اسلام ک عمومی تبلیغ کرنا، ملک کا نظم و نسق چلانا اور اس میں شمولیت اختیار کرنا، محنت مزدوری کرنا، حصولِ علم، حصول معاش یا کسی اور ضرورت کے تحت دور یا نزدیک سفر کرنا۔ معاشرتی زندگی کے اس خاکے کی تمام جزئیات پر غور کریں تو ہر جزء سے عواضح ہو گا کہ عورت کی ذمہ داری گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اور مرد کی چار دیواری کے باہر، گویا مخلوط معاشرے سے مکمل اجتناب[16]۔

مشترکہ خاندانی نظام میں بھی اس عدم اختلاط کی پابندی کا خیال رکھا گیا۔ سورۃ النور میں مسلمان خواتین کو مشترکہ رہائش میں گھریلو پردے کے بارے میں تفصیلی احکامات دیے گئے ہیں۔

1.2 مخلوط تعلیم نظام

عدم اختلاط عہد رسالت کے نظام تعلیم کی ایک اہم خصوصیت تھی۔ تعلیم ہر جنس کے لیے ناگزیر ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے علیحدہ انتظام فرمایا۔ صحابیات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور مستورات کے لیے خصوصی تعلیمی سلسلہ شروع کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ان کے لیے ایک دن اور وقت مقرر فرما دیا۔ جس میں آپ صرف خواتین کو وعظ و نصیحت فرماتے[17]۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بلال رضي الله عنه تھے۔ آپ خواتین کی مجلس کی طرف تشریف لے گئے، انہیں بیان کیا جس میں اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کرنی کی بھی ترغیب دی، جس کا فوری اثر ہوا اور خواتین اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر دینے لگیں اور حضرت بلال انہیں وصول کرتے رہے[18]۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کے تحت رقم طراز ہیں: "اس روایت سے عورتوں کو تعلیم دینے کی پسندیدگی معلوم ہوتی ہے اگر اس تعلیمی عمل سے دونوں جانب کسی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ نیز اس حدیث سے عورتوں کے لیے مردوں کی مجالس میں حاضر ہونے کی صورت میں علیحدہ نشستوں کے اہتمام کرنے کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ بصورت دیگر نظر وغیرہ سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔[19]"

عہد رسالت کے بعد بھی مسلم تہذیب و تمدن کے سنہری ادوار میں بھی عورتوں کی تعلیم و تربیت میں اس پہلو کی بھر

پور کی رعایت کی جاتی تھی کہ تعلیمی مراحل میں شرعی امور کی پامالی نہ ہو اور چادر کا تقدس برقرار رہے۔ مشہور مؤرخ حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ تعالی کی تحقیق ہے کہ طالبات کو خلوت اور نامحرم سے اختلاط سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے ے تعلیمی اسفار میں بھی اُن کے محارم اور رشتے دار ساتھ ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے محدثات فاطمہ بنت ابی عبد اللہ جرجانی رحمہا اللہ تعالی اور فاطمہ بنت محمد بن علی رحمہا اللہ تعالی کے حالات نقل کیے ہیں کہ انہوں نے علم حدیث کی پیاس بجھانے کے لیے دور دراز سفر کیے لیکن ان کے ساتھ ان کے والد یا بھائی ہوتے تھے۔ مصنف مزید لکھتے ہیں: ”ان محدثات وطالبات کی درس گاہوں میں مخصوص جگہ ہوتی تھی، جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں اور طلبہ وطالبات میں اختلاط نہیں ہوتا تھا۔“[20]

1.3 مردوزن کا میدانِ عمل میں تعامل

شریعت اسلامیہ میں ایک نامحرم کے ساتھ میل جول رکھنا تو درکنار اسے بلاضرورت دیکھنے کی بھی ممانعت ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہیں،، ایک صحابیہ شرعی مسئلہ پوچھنے حاضر ہوتی ہیں جن کی طرف حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی نگاہ اٹھ جاتی ہے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فوراًان کا رخ موڑ دیتے ہیں[21]۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"يَا عَلِيْ! لاَ تَتْبَعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ؛ فَانَّ لَكَ الأُوْلٰى، وَلَيْسَتْ لَكَ الآخِرَةَ" علی !اجنبی عورت پر (نگاہ پڑنے کے بعد) دوبارہ نگاہ نہ ڈالو کیونکہ پہلی نظر تو تمہارے لیے جائز ہے، دوسری جائز نہیں[22] یعنی بغیر قصد و اختیار کے پڑنے والی پہلی نظر گناہ نہیں، جبکہ اختیار وارادہ سے ڈالنے والی دوسری نظر پر گناہ ہو گا۔ واضح ہوا کہ اپنے اختیار و قصد سے ایسی مخلوط مجالس میں نہیں جانا چاہیے جہاں غلط نظر پڑ سکتی ہو۔

یہ پابندی صرف مردوں کے لیے نہیں تھی بلکہ خواتین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح احتیاط کا پابند بنایا۔ چنانچہ ایک دفعہ نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ آنحضرت کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو اس وقت دو امہات المومنین حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما موجود تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پردہ کرنے کی تاکید کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے قدرے حیران ہو کر کہا: ”یہ تو نابینا ہیں! نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور ناہی پہچان سکتے ہیں“ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انھیں نہیں دیکھ رہی ہو؟“[23]

شریعت نے مجالس میں مردوں کا عورتوں کے ساتھ بیٹھنا سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ ایک شخص خواتین کی باتیں

کان لگا کر سن رہا تھا۔ وہاں سے ایک آدمی گزرا، تو اس شخص کو اس حرکت پر مارا۔ وہ شخص مقدمہ لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے شخص کو کوئی سرزنش کی، نہ سزا دی بلکہ جسے مارا گیا تھا اسے سرزنش کرتے ہوئے کہ تم سمجھ لو کہ اللہ کے نگران نے تجھے دیکھ لیا ہے۔[24]

2. مسئلہ کا بیانیہ

طبی میدان میں مردوزن کے اختلاط کے معاملے میں اسلام کے مندرجہ بالا نکتہ نظر کی وضاحت کے حوالے سے کئی سوالات جنم لیتے ہیں۔ خصوصاً موجودہ معروضی حالات میں جب کہ ملک میں صنف نازک کی طبی تعلیم کی درسگاہوں کی تعداد بہت ہی محدود ہے اور عموماً انہیں مخلوط تعلیم کے کالجوں میں داخلہ لینا پڑتا ہے۔ اسی طرح خواتین کے لیے مخصوص ہسپتال کی تعداد بھی ضرورت سے بہت کم ہے۔ اور اگر کہیں عورتوں کے لیے ایسے ادارے موجود بھی ہیں تو ان میں بھی زیادہ تعداد مرد اساتذہ اور ڈاکٹروں ہی کی ہوتی ہے کیونکہ اس مقصد کے لیے زنانہ ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے۔ ایک اور اہم مسئلہ عملی میدان کی مشکلات ہیں، مثلاً میڈیکل کالجوں میں تربیت کے دوران لڑکوں اور لڑکیوں کو بہر صورت صنف مخالف مریضوں کا معائنہ کرنا پڑتا ہے جس کے بغیر ان کی ٹریننگ کسی بھی صورت میں مکمل نہیں ہو سکتی۔

ان عملی مجبوریوں کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان ڈاکٹر کو ہر وقت یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ وہ ایسی حدود سے تجاوز نہ کر بیٹھے جو اس کی اُخروی زندگی کی تباہی کا باعث بن جائے۔ اس معروضی صورت حال کے پیش نظر یہ اہم مسئلہ ہے کہ ان طبی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران یا ہسپتالوں میں کام کرتے وقت دونوں صنفوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق آپس کے باہمی تعامل کے اصولوں سے آگاہی ہو۔[25]

ان معروضی حالات میں درج ذیل پہلوں سے غور و فکر کی ضرورت ہے:

ا. میڈیکل کی مخلوط تعلیم، مخالف جنس سے تعلیم و تعلم کا رشتہ قائم کرنا اور طلبہ و طالبات کا باہمی اختلاط

2۔ مخالف جنس مریضوں کا معائنہ، ان کا علاج معالجہ

3. بحث

3.1 میڈیکل کی مخلوط تعلیم، مخالف جنس سے تعلیم و تعلم کا رشتہ قائم کرنا اور طلبہ و طالبات کا باہمی اختلاط

3.1.1 مخلوط تعلیمی نظام اور نظریہ ضرورت

مخلوط تعلیمی نظام کی ممانعت اس مضمون کی تمہیدی گفتگو سے اخذ کی جاسکتی ہیں لیکن بعض علمی حلقوں میں اس مسئلہ کو سندِ جوازیوں فراہم کیا جاتا ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن مرد صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ متعدد صحابہ کرام نے ان سے احادیث سنی، محفوظ کی اور آگے امت تک یہ ذخیرہ پہنچا۔ مثلاً حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی فہرست اٹھاسی (۸۸) افراد پر مشتمل مرتب کی ہے، جن میں مرد صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد بھی ہے[26]۔

بلاشبہ امہات المومنین پوری امت کی مربیہ تھیں اور ان سے مرد وزن سب ہی ادین سیکھتے تھے لیکن تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو سے مروجہ مخلوط تعلیمی نظام پر استدلال درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ عمل ایک دینی ضرورت کے تحت کیا گیا جسکا کوئی متبادل میسر نہیں تھا۔ اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغمبر کو قیامت تک سانس لینے والے آخری فردِ بشر تک کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا۔ یہ عملی تعلیم وتربیت تب ہی ممکن ہوئی جب آپ نے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی امت کے سامنے رکھ دی۔ دو عشروں کی مختصر مدتِ تربیت میں محض زبانی ہدایات اور چند عملی اقدامات کے زریعے ایک ایسی قوم کی تربیت ممکن نہیں تھی جسے جاہلیت کے پست ترین مقام سے اٹھا کر تہذیب کے اعلی ترین مرتبہ تک پہنچا دینا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر گوشہ میں انسانیت کا ایک مکمل ترین نمونہ دیکھیں یا دیکھنے والوں سے ان کے مشاہدات سنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بہت سے گوشوں کی عینی شاہد صرف امھات المؤمنین ہی تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات، احکامات، سنن اور عادات ہم تک صرف امہات المومنین کے واسطے سے ہی پہنچے ہیں۔[27]

لہذا یہ مرد وزن کا باہمی تعلیم و تعلم کا تعلق ایک دینی ناگزیر ضرورت کے لیے تھا، تاہم اس بحث سے بوقتِ ضرورت مرد وزن کی باہمی علمی استفادے کی نظیر ہمیں مل جاتی ہے جو موجودہ معروضی حالات میں زیرِ بحث مسئلہ میں ہمارے لیے شرعی رہنمائی کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ ضرورت کے موقع پر ناجائز چیز کا جائز اور ممنوع کا مباح ہو جانا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ "حرج پایا جائے تو شریعت آسانی کے راستے کھول دیتی ہے" قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ سورۃ الحج میں اس جامع اصول کا اعلان یوں کیا گیا ہے:"اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی"(۲۲:۷۸) صحیح بخاری میں ہے:إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ "دین تو سراسر آسان ہے۔"[28] مسندِ احمد میں اسی پہلو کو اور واضح کیا گیا ہے:بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ"میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو باطل سے پاک اور سہل و آسان ہے۔"[29]

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ زمینی حقائق بھی کسی غیر ضروری تنگی یا غیر لازمی عزیمت پر اصرار کے متحمل نہیں ہیں۔

اسلامی خلافت کے مختلف ادوار کے بعد مسلمانوں اپنی داخلی صفات (کمالِ ایمان اور دینی تصلب) میں کمی کے ساتھ خارجی حقائق (ملکی و بین الاقوامی قوانین، سیاسی و معاشی پیچیدگیاں) کی وجہ سے بھی شریعت پر مکمل عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ ان حقائق کا ادراک ایک مفتی کا بنیادی فریضہ ہے کیونکہ زمانے کے ساتھ مطابقت ہی فقہ اسلامی کی اصل پہچان ہے۔ اسلامی فقہ نے ہمیشہ زمانے کا ساتھ دیا ہے۔ فقہ اسلامی میں اگر یہ رخصت کی لچک نہ ہوتی اور ضرورت و حاجت سے قطع نظر جمود ہوتا تو آج فقہ اسلامی زندگی کے ہر شعبہ سے وابستہ افراد کے لیے یوں قابل عمل نہ ہوتی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ زمانہ اور اہلِ زمانہ کو نظر انداز کر کے قدیم فقہی مسائل پر جمود اختیار کرنا کسی مفتی کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جمود عوام الناس کی حق تلفی کا باعث ہوگا اور اس کا نقصان اس کی افادیت سے کہیں زیادہ ہوگا۔[30]

یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت نے دورِ حاضر میں مخلوط تعلیم کی اجازت نظریہ ضرورت کے تحت ہی دی ہے۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ایک میڈیکل طالبِ علم کے جواب میں ایک فتوی تحریر فرماتے ہیں:

'شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے پرہیز کیا جائے، خاص طور پر ایسا مشغلہ اختیار کرنا، جس میں نامحرم خواتین کے ساتھ مستقل میل جول ہو، بغیر ضرورت کے جائز نہیں، لہذا حکومت اور مسلم معاشرے کی شرعی ذمے داری ہے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے لڑکوں کے لیے اگ اور لڑکیوں کے لیے الگ تعلیمی ادارے قائم کریں، لیکن جب تک ایسا انتظام نہ ہو تو چونکہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا ایک ضرورت ہے اور اس میدان میں متدین افراد کی کمی ہے جسے دور کرنے کا یہی راستہ ہے کہ متدین افراد میڈیکل کی تعلیم حاصل کریں۔ اس لیے اگر اس تعلیم کے حصول کا وہ راستہ نہ ہو جو اوپر بیان کیا گیا تو اس شرط کے ساتھ تعلیم کے حصول کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو بے پردہ نامحرم خواتین سے دور رکھیں اور جہاں کہیں ایسی خواتین کا سامنا ہو وہاں نیچی نگاہ رکھیں اور اپنی نگاہ اور دل کی حفاظت کریں۔ خواتین کے لیے بھی میڈیکل کی تعلیم کا حصول اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ پردہ کا مکمل اہتمام کریں اور مردوں کے قریب نہ بیٹھیں، عورتوں کے لیے تعلیم کی غرض سے مردوں کو دیکھنے کی گنجائش ہے، مگر یہ گنجائش ضرورت کی حد تک ہی محدود رہنی چاہیے۔'[31]

3.1.2 مخلوط تعلیمی نظام کی شرعی حدود

تاہم نظریہ ضرورت کوئی بے لگام چھری نہیں جس سے ہر محرّم کو ہر وقت حلال کر لیا جاسکے بلکہ شریعت نے حدود اللہ کی کڑی حفاظت فرمائی ہے اور ضرورتِ کی تاثیر کے لیے کچھ شرائط ضروری قرار دی ہیں۔ اصولیین نے ان

شرائط اور ان کے دلائل پر تفصیلی بحث کی ہے جن کا خلاصہ اسلامی فقہ اکیڈمی ہند نے اپنے ساتویں فقہی سیمینار میں اتفاقِ رائے سے قلم بند کیا ہے:

"۱۔ ضرورت بالفعل موجود ہو۔ مستقبل میں پیش آنے والی ضرورتوں کا اندیشہ و خطرہ معتبر نہیں۔

۲۔ کوئی جائز مقدور متبادل نہ ہو۔

۳۔ ہلاکت وضیاع کا خطرہ یقینی یا مظنون بظنِ غالب ہو۔

۴۔ محرمات کے استعمال یا ارتکاب سے ضررِ شدید کا ازالہ یقینی اور نہ استعمال کرنے کی صورت میں اس کا وقوع یقینی ہو۔

۵۔ بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے۔

۶۔ اس کا ارتکاب اس کے مساوی یا اس سے کسی بڑے مفسدہ کا سبب نہ بنے۔"[32]

ضرورت و حاجت کی تاثیر انہی کڑی شرائط کی رعایت کے ساتھ مشروط ہیں۔ عصر حاضر کی ضرورتوں اور تقاضوں، مردوزن کے لیے الگ الگ اداروں اور سہولیات کی شدید کمی، افرادِ کار کا فقدان اور طبی تعلیم کی مخصوص نوعیت وہ بنیادی حقائق ہیں جو فی الوقت مخلوط تعلیمی نظام کی شرعی گنجائش فراہم کرتے ہیں لیکن یہ گنجائش حدود سے تجاوز نہ کر جائے یا کسی فتنہ کا زریعہ نہ بن جائے اسکلے لیے تمام متعلقہ افراد کو درجِ ذیل پابندیوں کی مطابقت ضروری ہے:

3.1.2.1۔ خلوت سے پرہیز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جن عورتوں کے پاس ان کے محرم موجود نہ ہوں، ان کے پاس مت جاؤ کیونکہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔[33] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کوئی اجنبی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو اور کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم کے سفر کرے۔" ایک آدمی نے یہ سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ۔[34]"

ان احادیث کی روشنی صنف مخالف (opposite gender) کے اساتذہ کو طلبہ کو نصابی یا غیر نصابی بات چیت کے سلسلے میں اپنے دفتر یا کسی اور جگہ تنہائی میں گفتگو کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ ضروری بات چیت کے لیے طلبہ ایک وفد (GROUP) کی صورت میں کلاس یا کسی کھلی جگہ پر ملیں، دفتر میں ملاقات ضروری ہو تو ایک سے زائد

طالبات کی موجودگی یقینی بنائی جائے اور کمرے کا دروازہ کھلا رکھا جائے۔ کالج یونیورسٹی کی تعمیرات میں اس پہلو کی رعایت رکھی جائے کہ تعلیم گاہ میں بیٹھے افراد باہر والوں کی نظر سے اوجھل نہ ہوں۔ طلبہ کو ہدایت ہو کہ صنف مخالف سے کسی ضرورت سے گفتگو بھی تنہا کلاس میں نہ کی جائے۔

3.1.2.2۔کلاس میں بیٹھنے کی ترتیب

مخلوط جماعت میں بیٹھنے کے لیے کرسیوں کی ایسی ترتیب اختیار کی جائے جس میں مرد و زن کا اختلاط کم سے کم ہو اور ایک دوسرے پر غیر اختیاری طور پر نظریں پڑنے کا امکان نہ ہو۔ ہر تعلیمی سرگرمی میں اس کا بھرپور ادراک کیا جائے۔ اس کی بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کلاس کی اگلی سیٹوں پر لڑکوں کو بٹھایا جائے اور پچھلی سیٹوں پر لڑکیوں کے بیٹھنے کا انتظام ہو۔ یہ صورت زیادہ مناسب ہے کیونکہ نماز کی صفوں میں بھی احادیث مبارکہ میں یہی ترتیب بیان ہوئی ہے کہ آگے مرد ہوں اور پیچھے کی صفیں عورتوں کی ہوں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کلاس کے ایک طرف لڑکے اور دوسری طرف لڑکیاں ہوں اور ان کے درمیان پردے کا ایسا انتظام ہو کہ استاد تو دونوں کو نظر آئے لیکن طلبہ وطالبات ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ امتحان ہال میں کلاس ہی کی طرح طلبہ کی نشست آگے اور طالبات کی پیچھے ہونی چاہیے۔ لائبریری میں طالبات کے مطالعہ کے لیے الگ ہال کا انتظام ہو سکے تو بہت بہتر ہے ورنہ کم از کم نشستیں بالکل الگ ہوں اور ساتھ ہی طالبات کے لیے پردے اور privacy کا بھی اہتمام کیا جائے تاکہ وہ اطمینان سے اپنی پڑھائی کر سکیں۔ جب کہ کالج کے کیفیٹریا اور کامن روم وغیرہ میں طلبہ وطالبات کے لیے الگ الگ سہولیات فراہم کرنے کا اہتمام ضروری ہے۔[35]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درسگاہ کی ترتیب اس انداز کی تھی کہ بچے، عورتیں اور محرم مردوں کی بیٹھنے کی ترتیب حجرہ کے اندر ہوتی تھی اور بقیہ لوگ حجرہ کے باہر بیٹھتے، حجرہ کے دروازہ کے پردے کی اوٹ سے وہ احادیث بیان کرتیں۔ پردے کے بارے میں آپ اتنی محتاط تھیں کہ مستقل طلباء کی اکثریت کو اپنی بہنوں اور بھانجیوں سے دودھ پلوا دیتیں اور خود ان کی رضاعی محرم بن کر ان کو اندر آنے کی اجازت دیتیں۔ جمہور صحابہ سے ہٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ بالغ لڑکے کو بھی اگر کسی عورت نے دودھ پلا دیا تو رضاعت کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی کو بھی حجرہ میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ نامحرم چاہے طالب علم ہی ہو وہ بھی پردے کے باجود حجرہ کے اندر آنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔[36]

3.1.2.3۔یونیفارم کا ضابطہ

مخلوط ماحول میں لباس کے حوالے سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسلامی ثقافتی نظام میں زنانہ لباس و ظاہری حلیہ کے لیے درجِ ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:

ا۔ لباس ساتر ہو، یعنی جسم کا جتنا حصہ چھپنا فرض ہے اس کو لباس اچھی طرح سے ڈھانپ لیں کہ اس جگہ کی ساخت و رنگت واضح نہ ہو۔ عورت کو نامحرم کے سامنے سارا بدن سر سے پاؤں تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتیں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔[37]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کو حکم ہے جب وہ اپنے کسی کام کاج کیلیے باہر نکلیں تو جو چادر سر پر سے ڈال کر منہ ڈھک لیا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔[38]

لہٰذا اگر آپریشن تھیٹر کی قمیص آدھے بازو والی ہو تو خواتین کا مخلوط ٹھیٹر میں صرف اس پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے، میڈیکل اصولوں کے مطابقت رکھتے ہوئے کسی بھی کپڑے سے بازوؤں کو ڈھانپنا ضروری ہے، اسی طرح نرسوں کے لباس میں وہ مخصوص ٹوپی جو سر کے بالوں کو پوری طرح نہیں ڈھانپتی، اسے بھی مخلوط ماحول میں پہننا جائز نہیں، سوائے اسکے کہ ڈوپٹہ وغیرہ سے بال ڈھانپ لیے جائیں[39]۔

نیز لباس ہونا چاہیے جس سے ان کے اعضاء کا حجم یا ساخت نمایاں نہ ہو، بلکہ معتدل ہو، نہ بہت کھلا ہو اور نہ ہی تنگ ہو۔ ایک حدیث میں آپ نے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ آئندہ زمانے میں وہ عورتیں بھی ہونگی جو ابھی تک میں نے نہیں دیکھیں۔ وہ لباس پہننے کے باوجود (چست یا مختصر ہونے کی وجہ سے) برہنہ ہونگیں۔ اس قسم کی عورتیں نہ تو بہشت میں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی[40]۔

۲۔ جنسِ مخالف کے مخصوص لباس سے مشابہت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں[41]۔ لہٰذا ہسپتال میں مرد و زن کا لباس یکساں نہیں ہونا چاہیے۔ تاہم ڈاکٹر، ہسپتال کے عملے اور طلبہ کے لیے کام کے دوران اپنے کپڑوں کے اوپر مخصوص سفید کوٹ (ایپرن، اور آل) پہننے کی پابندی انتظامی طور پر ہوتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔[42]

۳۔ طالبات مخلوط کلاس، آپریشن ٹھیٹر یا لیب میں خوشبو لگانے سے پرہیز کریں جو مردوں کے لیے کشش اور

جاذبیت کا سبب بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں" :اس عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے، جب تک واپس لوٹ کر جنابت کا غسل نہ کر لے[43]"

۴۔ طالبات مخلوط اجلاسوں، فنکشنز، کانفرنسز، میٹنگز میں بھڑکیلے، چمکیلے، شوخ رنگ کے کپڑوں اور بناؤ سنگھار سے گریز کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :اپنے شوہر کے علاوہ غیروں کے سامنے بناؤ سنگار کر کے اترا کر چلنے والی عورت کی مثال قیامت کے دن کی تاریکی کی طرح ہے، اس کے پاس کوئی نور نہیں ہو گا[44]"۔ اسی طرح ایسا زیور نہیں پہنیں جس کے باہم ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہو۔ قرآنِ حکیم میں مسلمان عورتوں کو حکم ہے:"اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے"[45]

3.1.2.4۔ تعلیمی سفر کے شرعی آداب وحدود

۱۔ شرعی سفر (۴۸ میل) میں خواتین کے ساتھ محرم کا ہونا لازمی ہے اور شریعت بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہیں دیتی۔ نیز اگر کسی بھی سفر میں رات کا قیام بھی شامل ہو تب بھی محرم کا ساتھ ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورت تین دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو[46]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کسی خاتون کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ ایک دن رات کا سفر بغیر کسی محرم کے کرے[47]"۔ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ تعالی نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی سے ایک دن کی مسافت کے بقدر سفر کے لیے محرم کی شرط نقل کی ہے اور زمانہ کے فساد کو سامنے رکھتے ہوئے اسی پر فتوی دینے کی تاکید کی ہے[48]۔

بظاہر محرم کی پابندی میں حرج نظر آتا ہے کیونکہ ہر طالبہ کا محرم ہونا یقینی بھی نہیں اور محرم کا ان دونوں میں میسر ہونا بھی آسان نہیں ہے لیکن طبی تعلیم کے دوران ایسے مواقع شاذ ہی پیش آتے ہیں جس میں طالب علموں کو کسی ایسی ناگزیر تعلیمی ضرورت کے لیے کالج سے اتنی دور جانا پڑے۔ اور ایسی کوئی ضرورت ہو بھی تو عام طور پر اس کو سفر کے بغیر ہی دوسرے ذرائع مثلاً نقشہ جات اور وڈیوز وغیرہ سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ بہتر صورت تو یہی ہے کہ داخلے کے وقت طلبہ کے سرپرست کو بتا دیا جائے کہ یہ ممکن ہے کہ بچی کی ناگزیر تعلیمی سفر کے وقت اسے بلایا جائے۔[49]

۲۔ تعلیمی مقاصد کے لیے طلبا اور طالبات کو مقامی معلوماتی دوروں کے لیے الگ الگ گروپس میں لے جایا جا سکتا ہے۔ تاہم وسائل یا وقت کی کمی یا کسی بھی مجبوری کی وجہ سے طلبہ وطالبات کو ساتھ لے جانا ناگزیر ہو تو سواری ورہائش کا انتظام یقیناً علیحدہ ہونا چاہیے۔ ادارے اس بات کا اہتمام کریں کہ بس اور ہوٹل میں طلباء کے ساتھ معلّم اور طالبات

کے ساتھ معلّمہ ہی جائے اور یہ ثقہ اور قابل بھروسہ افراد ہوں۔ ہو سکے تو بڑی عمر کے افراد کو ساتھ بھیجا جائے۔

۳۔ سفر کو صرف ناگزیر تعلیمی ضرورت تک محدود رکھا جائے اور تعلیمی ضرورت پوری ہوتے ہی واپسی کر لی جائے۔ بلا ضرورت قریبی تفریحی مقامات پر مخلوط سفر کسی صورت جائز نہیں۔ **الضرورات تتقدر بقدر الضرورة** ضرورت کو اس کی حد تک ہی اہمیت دی جائے گی۔

۴۔ یونیفارم کے ضمن میں بیان کردہ حجاب اور لباس کا خیال رکھا جائے اور بے جا زینت و زیبائش وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔

۵۔ طالبات یا خواتین سٹاف کو کسی ضروری کانفرنس وغیرہ کے لیے سفر اختیار کرنا پڑے تو محرم کے ساتھ جائیں۔

3.1.2.5 مخالف جنس اساتذہ و طلبہ سے گفتگو کے آداب:

میڈیکل کالجز میں ہم صنف اساتذہ کی کمی کی وجہ سے جنس مخالف اساتذہ سے تعلیمی استفادہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ متعلقہ صلاحیت یا قابلیت کے حامل ہم جنس اساتذہ کی عدم کو موجودگی میں طالبات کو میل استاز سے اور فیمیل استاذ کو طلبہ کو پڑھانا اور ان کو عملی مشق کروانا (training) ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں گفتگو کی اجازت درجِ ذیل شرعی آداب سے مشروط ہے:

ا۔ جنسِ مخالف سے صرف ضرورت کی حد تک گفتگو کی جائے۔

۲۔ دورانِ گفتگو نظروں اور دل کی حفاظت کی جائے۔ البتہ چھوٹے گروپ (SGD) میں اور مریض پر (Bed side teaching) سمجھانے کے دوران ان کو کسی نکتے کی وضاحت کرنی ہو تو ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھنا (Eye Contact) بسا اوقات ضروری ہوتا ہے تاکہ چہرے کے تاثرات سے معلوم ہو سکے کہ طالبہ کتنی متوجہ ہے اور کس قدر بات سمجھ رہی ہے۔ اس سلسلے میں درجِ ذیل فقہی جزئیہ سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

(وَ) يَنْظُرُ (مِنْ الْأَجْنَبِيَّةِ) وَلَوْ كَافِرَةً مُجْتَبَى (إلَى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا فَقَطْ) لِلضَّرُورَةِ

ترجمہ: اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ضرورت کے وقت دیکھا جا سکتا ہے[50]۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے نامحرم کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے۔ لہذا کسی ضووری نکتے کو سمجھانے کی غرض طالبات کے چہرے کی طرف دیکھنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ دل کی حفاظت کی جائے اور ضروری مواقع کے علاوہ آنکھوں کی خوب حفاظت کی جائے.

۳۔ خواتین اپنی فطری نازک آواز کے بجائے بتکلف سخت آواز میں بات چیت کریں۔ آواز سخت ہو لیکن بات نرم ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۲)

اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کا لہجہ ایک استاذ کے نرم و مشفقانہ رویے سے عاری ہو۔ میڈیکل کالجوں میں طالب علموں کی طرف سے اساتذہ کے بارے میں جائزے (Student Feed Back) کا حصہ بھی ہوتا ہے کہ کیا اُستاد یا اُستانی polite اور friendly تھا / تھی یا نہیں۔ نرمی، شفقت، حسنِ سلوک، کمزور طلبہ پر خصوصی توجہ، محنتی طلبہ کی حوصلہ افزائی مسلم استاذ کی خوبیاں ہونی چاہیے، اسی لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سکھانے کو اپنی نعمت کے طور پر ذکر کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمت کو ساتھ ہی ساتھ بیان فرمایا ہے۔[51]

مرد اساتذہ و طلبہ کے لیے بھی مخالف جنس سے بات کرنے کے لیے یہی ہدایت ہے کہ بات نرم اور مکمل ہو لیکن بات چیت میں لجاجت، لگاوٹ اور لوچ نہ ہو بلکہ لہجہ دوٹوک، کھرا اور قدرے سخت ہو تاکہ کوئی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ انجشہ نامی صحابی تھے ان کی آواز بڑی اچھی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا؛

"انجشہ! آہستہ چال اختیار کر، ان شیشوں کو مت توڑ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیشوں سے مراد کمزور عورتیں تھیں۔[52]

۴۔ طبی تعلیم کے دوران نازک مسائل کی تفہیم میں الفاظ کے استعمال میں خصوصی احتیاط سے کام لیا جائے کہ مقصد بھی حل ہو جائے اور حیا، ادب اور احترام کا دامن بھی نہ چھوٹنے پائے۔ خصوصاً جنسی مسائل کے بیان کے وقت شہوت انگیز الفاظ سے قطعاً اجتناب کیا جائے اور اشارات و کنایات میں بات سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

3.1.3 مخالف جنس مریضوں کا معائنہ، ان کا علاج معالجہ

شعبہ طب میں مرد وزن کے باہمی تعامل کے مسائل میں دوسرا اہم مسئلہ جنسِ مخالف مریضوں کا علاج، معائنہ اور تیمارداری ہے۔ ہسپتال میں دوران علاج اور میڈیکل کالجز میں دوران تعلیم مرد و عورت کے جسم کا معائنہ کیا جاتا ہے اور اسی مخلوط ماحول میں ابنِ آدم اور بنتِ حوا علاج کی سہولیات حاصل کرتے ہیں۔

بعض علمی حلقوں سے شعبہ طب کے مروجہ مخلوط ماحول کو جواز کی سندیں فراہم کی جاتی ہے کہ عہدِ رسالت میں بھی صحابیات مرد صحابہ کرام کو طبی خدمات فراہم کرتی تھیں۔ اس سلسلے میں متعدد تاریخی واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں جن کی صحت سے انکار مشکل ہے۔ مثلاً صحیح البخاری کتاب الطب میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور مسلمان مجاہد کو پانی پلاتی، ان کی خدمت

کرتیں اور مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ منورہ لایا کرتیں تھیں[53]۔

بعض صحابیات غزوات کے علاوہ بھی مریضوں کے علاج معالجہ کی خدمت انجام دیتی تھیں اور ان سے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے مشہور نام قبیلۂ اسلم کی خاتون حضرت رُفیدہ رضی اللہ عنہا کا آتا ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک تیر آلگا اور ان کی "اکحل" نامی رگ زخمی ہوگئی، جس سے خون کسی طرح نہیں رک رہا تھا۔ نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ "انھیں رفیدہ کے خیمے میں کردو تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کرسکوں"[54]۔ مذکورہ خاتون کے بارے میں سیرت نگاروں نے صراحت کی ہے کہ انھیں زخمیوں کے علاج معالجہ میں مہارت تھی اور وہ یہ کام بغیر کسی اجرت کے انجام دیتی تھیں[55]۔

تاہم اس قسم کے واقعات سے مخلوط طبی خدمات کے اسلامی مزاج کے مطابق ہونے پر استدلال درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ:

۱۔ صحابیات کا جنگوں میں نکلنا اور مردوں کی تیمارداری کرنا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً حوصلہ افزائی فرمائی ہو۔ اس دور میں مسلمانوں کی قلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی، اسی لیے مشرکین سے بھی مدد لی گئی لیکن خواتین کے ساتھ نکلنے کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کے لیے اجازت طلب کی تو فرمایا: "تم عورتوں کا جہاد حج ہے"[56]۔ شارحِ بخاری علامہ ابنِ بطال فرماتے ہیں کہ حج میں عورتوں کے لیے مردوں سے احتراز ممکن ہوتا ہے اس لیے ان کے حق میں حج، جہاد سے افضل ہے[57]۔ نیز دیگر احادیث میں صحابیات کے نکلنے پر نبی کریم صلی وللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا بھی ثابت ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ایسے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار بھی منقول ہیں[58]۔

۲۔ صحابیات کا میدانِ جنگ میں بیماروں کی تیمارداری وعلاج معالجہ کرنا شدید ضرورت کی بنا پر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ہمیشہ کفار سے کم رہی، افرادی قوت اتنی نہیں تھی کہ زخمیوں کی تیمارداری کے لیے مردوں کو ہی مخصوص کردیا جاتا۔ اس لیے صحابیات کے اصرار اور جنگی صورتحال کے پیشِ نظر ان کو اجازت بھی دی گئی۔ اس لیے شارحِ بخاری علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی ان واقعات کو صرف ضرورت کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور اس جنسِ مخالف کے علاج معالجہ کے لیے **الْمُدَاوَةُ ضَرُورَة وَالضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ** کا قاعدہ کا اطلاق کیا ہے۔[59] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جواز کے لیے ضرورت کا وہ درجہ (اضطرار) مراد ہے جس میں ممنوعات کا ارتکاب جائز ہوجاتا ہے۔ معاصر فقہائے کرام نے بھی فتوی دیا ہے کہ معتدل اور عام حالات میں کسی عورت کے

لیے اجنبی مرد کی تیمارداری کرنا جائز نہیں کہ اس میں فتنے ہیں، تاہم اگر کسی آفتِ سماویہ یا جنگی حالات میں مردوں کے لیے مرد تیماردار میسر نہ ہوں تو خواتین بھی شرعی حدود کی ممکن رعایت کے ساتھ یہ خدمت انجام دے سکتی ہیں[60]۔

یہی حکم موجودہ دور میں خواتین کا مرد معالج سے علاج کرانے کا ہے، بلا ضرورت اس عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگوانے کی اجازت طلب ک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ کو پچھنے لگادیں۔ اس واقعہ کو بیان کرکے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو طیبہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے[61]۔ اگر نامحرم معالج سے اختلاط ممنوع نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس رشتے کی وضاحت کرنے ضرورت نہیں تھی۔

اسی طرح بد قسمتی سے اگر خواتین کے لیے علیحدہ ہسپتال میسر نہ ہوں اور مجبوری میں خاتون معالجہ کو مخلوط ادارے میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دینے پڑیں تب بھی وہ اجر کی حق دار ہیں، کیونکہ:

۱۔ طب کا شعبہ بذاتِ خود سنت کے بہت قریب ہے۔ حضرات ام المؤمنین اور دیگر صحابیات سے طبی خدمات انجام دینا ثابت ہے، لہذا انہیں ان کی سنت پر چلنے کا ثواب ملے گا۔

۲۔ پردے دار خواتین کو بھی طبی ضرورت کے پیشِ نظر نامحرم مرد معالجین سے علاج کرانا نہیں پڑے گا اور ان کی وجہ سے بے شمار خواتین کا دین پر چلنا آسان ہوجائے گا۔ لہذا ان خاتون معالجہ کو مسلمان کی شرعی ضرورت پورا کرنے کے تمام فضائل حاصل ہونگے۔

حضرت مفتی خالد سیف اللہ رحمانی ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:

مسلمان خاتون ڈاکٹر عورتوں کے علاج کی غرض سے دواء خانہ قائم کرے تو درست ہے بلکہ مناسب ہے۔ شریعت میں یہ بات مطلوب ہے کہ خواتین کا علاج خود خواتین کریں تاکہ مریض خواتین کو مردوں کے سامنے بے پردہ نہ ہونا پڑے اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب کہ خواتین طبیبہ موجود ہوں۔[62]

3.1.3.1 نرسنگ اسٹاف کے لیے شرعی ہدایات

معروضی حالات میں خواتین نرسز مرد مریضوں کی دیکھ بھال درج ذیل شرائط کے ساتھ کرسکتی ہیں:

لباس وظاہری حلیہ میں شرعی پابندیوں کا خیال رکھا جائے۔ بالخصوص مروجہ چست یونیفارم سے پرہیز کیا جائے۔

نظر و دل کی حفاظت کی جائے۔

نسوانی آواز میں بتکلف کرختگی اور لہجہ میں سختی رکھی جائے، مگر بات مکمل اور نرم ہو۔

بلڈ پریشر چیک کرتے ہوئے یا نبض دیکھنے کے لیے یا ڈرپ لگاتے ہوئے جسم کے صرف ضروری حصہ کو چھویا جائے۔

مرد مریضوں کی خواتین تیمارداروں کی موجودگی حتی الامکان یقینی بنائی جائے اور سمجھدار خواتین تیماردار ہونے کی صورت میں مرد مریض سے بات چیت سے اجتناب کیا جائے۔

اگر رات کو خواتین مریضوں کی تعداد کم ہوتی ہو تو خواتین اسٹاف کی رات کی ڈیوٹی کے اوقات ضرورت کی حد تک مختصر کر دیے جائیں کیونکہ خواتین کے رات گھر سے باہر گزارنے میں بے شمار مفاسد اور فتنوں کا اندیشہ ہے اور ان کے شوہروں کی حقوق کی پامالی بھی ہے۔

اگر آپریشن تھیئٹر کا مخصوص لباس مردوں کے ساتھ خاص ہو یعنی اس کی وضع مردانہ ہو اور عرف میں اسے مردانہ لباس ہی سمجھا جاتا ہو، یا وہ لباس خاتون کے مکمل ستر کو ڈھانپ نہیں سکتا ہو تو اس سے اجتناب کیا جائے۔

3.1.3.2 ڈاکٹر کا مریضہ کا علاج کرنے کی شرائط

خاتون اسٹاف کی عدم دستیابی کی وجہ سے ضرورت کے درجے میں مرد اسٹاف خاتون مریضہ کا علاج معالجہ و معائنہ درجِ ذیل شرائط کے ساتھ کرسکتے ہیں:

۱۔ مریضہ کے جسم کا صرف بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت معائنہ کیا جائے۔ مثلاً جس مرض کی تشخیص محض نبض پکڑنے سے ہوسکتی ہے تو اس میں کسی دوسرے حصہ کو دیکھنے یا چھونے سے گریز کیا جائے۔ جس جگہ زخم ہے اس کا معائنہ کرتے وقت ضرورت سے زائد حصہ کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔[63]

اس ضرورت کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلے میں فتاوی شامی کے فقہی جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مریضہ کے تمام اعضاء میں علاج معالجہ کی ضرورت کافی ہے تاہم شرمگاہ اور اس سے متصل حصوں کے معائنہ کے لیے جان کا خوف یا ناقابلِ برداشت تکلیف ضروری ہے۔[64]

۲۔ اگر زبانی حال معلوم کرنے اور متاثرہ حصہ دیکھنے سے مرض کی نوعیت معلوم ہوسکتی ہے تو چھونے اور ہاتھ لگانے سے گریز ضروری ہے[65]۔

۳۔ مریضہ کے ساتھ خلوت سے بالکلیہ پرہیز ہو، حتی الامکان مریضہ کے محرم مرد کی موجودگی یقینی بنائی جائے[66]۔ اگر محرم مرد موجود نہ ہو تو چند بوڑھی خواتین کے سامنے معائنہ کرے اور معائنہ کے وقت کمرے کا

دروازہ بند کھلا رکھے۔

۴۔ معائنہ کے دوران جو جگہ دیکھی جائے اسے حاضرین میں سے غیر محرم عزیز واقارب مردوں سے بھی چھپایا جائے[67]۔ نیز اگر معائنہ کی جگہ اس ستر کا حصہ ہو جسے خواتین سے بھی چھپانا واجب ہے، مثلا ران پر زخم ہے، تو تیماردار خواتین کے لیے بھی بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں۔

۵۔ بات چیت سخت لہجہ میں اور بقدرِ ضرورت کی جائے۔ مرد تیماردار اگر مریضہ کا علاج معالجہ کی نگرانی خود کر رہا ہے اور سمجھدار بھی ہے تب خاتون تیماردار سے علاج کی غرض سے گفتگو کی ابتدا نہیں کرسکتے۔ تاہم اگر خاتون کوئی سوال کرے تو آنکھوں کی حفاظت کرتے ہوئے ضروری جواب دیا جاسکتا ہے۔ اگر نرسنگ اسٹاف اتنا تعلیم یافتہ ہو کہ وہ بیماری وعلاج کی تمام تر تفصیلات پوری طرح سے سمجھا سکتا ہے تو زنانہ وارڈوں میں مرد ڈاکٹروں کو براہ راست خواتین تیمارداروں سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کسی خاتون تیماردار کو کوئی ضروری وضاحت درکار ہو تو مرد ڈاکٹر سے آکر معلوم کرسکتی ہیں۔

۶۔ چونکہ انیستھیٹسٹ مریض کے چہرے کو دیکھتا اور چھوتا بھی ہے، لہذا ہم جنس انیستھیٹسٹ کی سہولت ہوتے ہوئے غیر جنس انیستھیٹسٹ کی خدمت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک سرجن کو مریضہ کیلیے خاتون انیستھیٹسٹ کا انتظام کرنا چاہیے۔[68]

۷۔ اگر مریض کے ستر کا معائنہ طبی تعلیم کے لیے ضروری ہے تو اس کو بقدرِ ضرورت دیکھا جاسکتا ہے، لیکن ستر اتنا ہی کھلے جس کے بغیر معائنہ اور تعلیم صحیح طریقے سے نہیں ہوسکتی ہو۔[69] میڈیکل اسٹوڈنٹس ٹریننگ کے دوران زنانہ وارڈ (Gynae ward) میں ڈیوٹی یا کام کرسکتے ہیں؟ اس سوال کے پیچھے یہ حقیقت کارفرما ہے کہ اگر وہ یہ کام زمانہ طالب علمی میں نہ سیکھیں تو عملی زندگی میں اُسے ایسے حالات سے واسطہ پڑ سکتا ہے کہ ایمرجنسی کی صورت میں کسی عورت کی زچگی کے دوران دیکھ بال کرنی پڑے ورنہ وہ مریضہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ تاہم اگر بچے کی پیدائش کے عمل کو سیکھنے کے لیے اعلیٰ معیار کے ماڈل (manikins) بھی موجود ہوں جن سے یہ کام کافی حد تک سیکھا جاسکتا ہو تو ان مصنوعی متبادل کی موجودگی میں مردوں کو انسانی ولادت کے مراحل سیکھنا اور حقیقی خاتون کا مشاہدہ کرنا جائز نہیں ہے، سخت گناہ ہے۔ تاہم کسی دور یا خاص طبی عمل کی تعلیم کے لیے یہ ماڈل کافی نہ ہوں تو انسانی عمل سے تعلیم حاصل کرنی کی گنجائش ہوگی۔

۸۔ اگر ہم جنس سرجن نہ ہونے کی مجبوری میں غیر جنس سرجن آپریشن کر رہا ہے تو آپریشن کے متعلقہ تمام ضروری کام وہ خود بھی انجام دے سکتا ہے۔ لہذا اسے مریض کے جسم کا آپریشن والا حصہ خود سکرب (صاف) کے لیے زنانہ

سٹاف اور مردوں کے لیے مردانہ عملے کی فراہمی کی درخواست کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بشرط یہ کہ ضرورت سے زائد ستر کسی بھی مرحلے میں نہیں کھولا جائے۔

3.1.3.3 زنانہ وارڈ میں مرد تیمارداروں کے لیے اقدامات

مناسب تو یہی ہے کہ خواتین کی خلوت اور اخفا (privacy) کا مکمل خیال رکھا جائے۔ جہاں تک ممکن ہو خواتین مریضوں کی تیمارداری خواتین تیماردار ہی کریں البتہ مرد مقررہ اوقات یا ضرورت کے وقت ملاقات کر سکتا ہے مگر اپنی نظروں کی حفاظت کرے اور دیگر

عورتوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کرے۔ اس سلسلے میں درجِ ذیل امور کا اہتمام ضروری ہے:

ا۔ مرد تیمارداروں کی ملاقات کے لیے مختصر اوقات مقرر کر دیے جائیں جس دوران وارڈ کی بیمار اور تیماردار خواتین پردے کا اہتمام رکھیں۔

۲۔ خواتین تیمارداروں اور مرد تیمارداروں کے داخلے کے دروازے علیحدہ ہوں تاکہ ان کا اختلاط نہ ہو۔[70] فقہائے کرام نے مردوزن کے اختلاط سے بچاؤ کی یہ تدبیر بھی لکھی ہے کہ دروازے جدا کر دیے جائیں[71]۔

۳۔ ہر بیڈ کے ارد گرد ضروری پردے لگا دیے جائیں تاکہ دیگر مریضوں پر نظر نہ جائے۔

3.2 ہسپتال میں کام کے دوران عملے کا آپس میں اختلاط

فقہائے کرام نے ایسی مجالس میں شرکت سے منع فرمایا ہے جہاں خواتین و مردوں کی نشست گاہیں مخلوط ہوں۔[72] ایسی مجالس میں شرکت وقتی ہوتی ہے پھر بھی اس کی اجازت نہیں ہے تو مشترکہ اسٹاف روم کے طویل اختلاط کی کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔ ایک یونیورسٹی اور ایک میڈیکل کالج کے لحاظ سے یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دوسرے اسٹاف روم کے لیے کوئی دوسری جگہ نہیں ہوتی۔ ہسپتال انتظامیہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مرد اور خواتین عملہ کیلیے الگ الگ سٹاف روم مہیا کرے اور اگر یہ کسی صورت ممکن نہ ہو تو کم از کم سٹاف روم میں پارٹیشن کی جائے تاکہ خواتین کیلیے الگ جگہ ہو اور ان کی privacy کا بندوبست ہو سکے۔ اگر ہسپتال انتظامیہ غفلت سے کام لے تو ڈاکٹر حضرات خود انتظامیہ کو اس نازک مسئلہ کی طرف متوجہ کریں اگر انتظامیہ والے پھر بھی کوئی توجہ نہ دیں تو ایسی صورت میں یہ مرد ڈاکٹروں کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اسٹاف روم کو خواتین کے لیے مختص کر دیں اور اپنے لیے کوئی متبادل بندوبست کر لیں۔[73]

غیر محرم مردوزن کی بات چیت آمنے سامنے ہو، اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالی نے ایک اصول مقرر فرمایا ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاء حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

اور جب تمہیں ان سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور انکے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا زریعہ ہو گا(الاَحزاب:53)
لہذا مرد اور خواتین ڈاکٹرز کا ڈیوٹی کے دوران اکٹھے چائے پینا یا بلا ضرورت ہلکی پھلکی گفتگو کرنا بھی شریعت سے متصادم ہے۔[74]
عرفات کے دن ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا جسے آپنے نوش فرمالیا تو صورت حال واضح ہوئی[75]۔ اس حدیث سے علامہ نووی و دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ دین دار خواتین سے ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[76] لہذا ایک ہسپتال میں کام کرنے والے مرد وخواتین کا ایک دوسرے کو تحفہ دینے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں بشرط یہ کہ اس میں جانبین کی نیت درست ہو اور اس سے خلافِ شرع تعلقات کا ذریعہ نہ بنایا جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ خفیتاً (دوسروں سے چھپا کر) نہ ہو بلکہ لوگوں کے سامنے ہو۔ نیز تعلیمی اشیاء مثلاً کتاب وغیرہ کے علاوہ دوسرے تحائف وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر خواتین کی کبھی امامت کرتیں تو درمیان میں ہی کھڑی ہوتیں۔[77] فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ صرف خواتین ہی ہوں اور کبھی کسی موقع پر وہ جماعت سے پڑھنا چاہیں تو خاتون امام اکیلے اگلی صف میں یں کھڑی ہو گی بلکہ مقتدیوں کے ساتھ ہی صف میں شامل ہو گی تاکہ وہ نمایاں نہ ہو[78] اسلیے مڈیکل تعلیم گاہوں اور طبی اداروں کے مخلوط اجلاسوں (فنکشنز) میں خاتون کو سٹیج سیکٹری کے فرائض انجام دینے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں خاتون کا مردوں کے سامنے نمایاں ہونا لازم آتا ہے۔

4۔ نتائج وسفارشات

درجِ بالا محقق بیانہ کے مندرجہ جات، دلائل اور تفاصیل سے یہ بات مبرھن ہو گئی کہ موجودہ مخلوط نظام معاشرتِ اسلامی سے متصادم ہے۔ میڈیکل کالجز و یونیورسٹیز کا مروجہ آزاد ماحول نہ تو اسلامی تعلیمی نظام کے مطابق ہے اور نہ ہی اسلامی طبی اخلاقیات سے میل کھاتا ہے۔ حکومت اور اربابِ اختیار کی شرعی زمہ داری ہے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ تعلیمی ادارے قائم کریں اور ہر ایک کی دسترس میں جداگانہ ہسپتال لانے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں۔ اگر حکومت اس سلسلے میں کوتاہی کا مظاہرہ کرے تو یہ فریضہ دین کا درد رکھنے والے ہر مسلمان ڈاکٹر، ہسپتال انتظامیہ اور مخیر حضرات پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے بغیر اداروں کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے اجتماعی فریضہ سے امت عہدہ برا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس مقدس پیشہ کی اجتماعی پاکیزگی کا خواب شرمندہ

تعبیر ہو سکتا ہے۔

تاہم معروضی حالات میں وسائل کی کمی، اربابِ حکومت کی کوتاہی اور ماہرین فن کی عدم دستیابی کی وجہ سے جب تک ایسا مثالی نظام قائم نہ ہوسکے تو اس مضمون میں بیان کردہ تمام تر شرائط و قیودات کی پابندی کرتے ہوئے مخلوط ماحول میں میڈیکل کی تعلیم بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور مخالف جنس طبی ماہرین سے علاج معالجہ کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

5۔ حوالہ جات

---

1 محمد بن محمد الغزالي، المستصفی في علم الأصول (بیروت، دار الکتب العلمیة، س ن): ۱/ ۱۷۴

2 حسن، حافظ محمد شہباز، محمد عثمان۔ "فقہ اسلامی میں مقاصد شریعت کے مدارج۔ "البصیرۃ ۳, شمارہ۔ ۱ (۲۰۱۴)۔ صفحہ: ۱۱

3 مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف وإ قامتھا وفضل الأول فالأول، حدیث: ۴۴۰

4 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الصلوٰۃ، باب صَلاَةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ، حدیث: ۸۷۵

5 ابن الحزم الأندلسي، المحلی بالآثار شرح المجلی بالإختصار (دمشق، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۷ھ) کتاب الاذان، مَسْأَلَةٌ مَنْعُ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ مِنْ حُضُورِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ: ۲/ ۲۱۷

6 احمد بن حنبل الشیباني، مسند احمد بن حنبل (بیروت، بیت الافکار الدولیۃ ۲۰۰۵م) حدیث ام حمید، حدیث: ۲۷۶۳۰

7 ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داوٗد (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) باب تفریع أبواب الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة، حديث: ۱۰۶۷

8 ابن الحزم الأندلسي، المحلی بالآثار شرح المجلی بالإختصار (دمشق، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۷ھ) کتاب الاذان، مَسْأَلَةٌ مَنْعُ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ مِنْ حُضُورِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ: ۲/ ۲۲۶

9 ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داوٗد (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الادب، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق ، حدیث: ۵۲۷۲

10 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) ، المحاربين، باب هَلْ يَأْمُرُ الإِمَامُ رَجُلاً فَيَضْرِبُ الْحَدَّ غَائِبًا عَنْهُ، حدیث: ۶۸۵۹

11 احمد بن شعیب نسائی، سنن نسائی (بیروت، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب آداب القضاة، بَاب صَوْنِ النِّسَاءِ عَنْ مَجْلِسِ الْحُكْمِ

12 عثمان بن علی الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (مصر، مطبعۃ الکبری الامیریہ، ۱۳۱۴ھ) کِتَابُ الْقَضَاءِ، تَقَلُّدُ الْقَضَاءِ مِنْ السُّلْطَانِ:۴/۱۸۹

13 الاحزاب:۲۳

14 مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب اللباس، باب إباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الإنسان، حدیث:۲۱۷۰

15 برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ، المحیط البرھانی لمسائل المبسوط والجامعین والسیر والزیارات و النوادر (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، طبع اوّل ۱۴۲۳ھ) کتاب النکاح، الفصل الثاني والعشرون: في بیان ماللزوج أن یفعل: ومالیس له أن یفعل، وفي بیان ما للمرأة أن تفعل، ومالیس لھا أن تفعل:۳/۳۵۰

16 ام عبد منیب، مخلوط معاشرہ، (لاہور، مشربہ علم وحکمت، شعبان ۱۴۲۹ھ):۳۲

17 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب العلم، باب هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ حدیث:۱۰۱

18 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب العلم، باب عظة الامام النساء وتعلیمھن، حدیث:۹۸

19 محمد بن علی الشوکانی، نیل الاوطار (بیروت، دار ابن جوزی، طبع اول ۱۴۲۷ھ) کتاب العیدین، باب خطبۃ العید:۷/۸۹

20 ایضا، ص:۳۳

21 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الاستئذان، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا، حدیث:۶۲۲۸

22 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب النکاح، باب فیما یؤمر به من غض البصر، حدیث:۲۱۴۹

23 محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) ابواب الاستیذان والآدب، باب ماجاء في احتجاب النساء من الرجال، حدیث:۲۷۷۸

24 عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، مصنف عبد الرزاق (جوھانسبرگ، مجلس علمی، طبع دوم: ۱۴۱۶ھ) کتاب أھل الکتابین، باب الغیرۃ، حدیث:۱۹۵۲۴

25 نجیب الحق، شعبہ طب میں مردوزن کے باہمی تعامل کے مسائل اور شرعی رہنمائی (پشاور، پشاور میڈیکل کالج، ۲۰۱۸) ص:۲

26 ابن حجر عسقلانی، تھذیب التھذیب (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع اول، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴م) حرف العین:۱۲/۳۸۵

27 محمد رضی الاسلام ندوی، حقائق اسلام (نئی دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۲۰۰۸ء) ص ۸۳

28 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الإیمان، باب الدِّینُ یُسْرٌ، الرقم: ۳۹۔

29 احمد بن حنبل الشیبانی، مسند احمد بن حنبل (بیروت، بیت الافکار الدولیۃ ۲۰۰۵م) حدیث ابی امامہ الباھلی، ص: ۱۶۳۲، الرقم: ۲۲۶۴۷۔

30 محمد امین ابن عابدین شامی، مجموعہ رسائل ابن عابدین، (م ن، س ن) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، ص: ۱۳۱، ج: ۲۔

31 محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی (کراچی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، رجب ۱۴۳۱ھ): ۱/۱۶۹

32 مجاہد الاسلام قاسمی، جدید فقہی مباحث، (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۹م) ضرورت وحاجت کا احکامِ شرعیہ میں اعتبار، ص: ۵۶۵، ج: ۱۴۔

33 محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب النکاح، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات، حدیث: ۱۱۷۲

34 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الجهاد، باب مَنِ اكْتُتِبَ فِي جَيْشٍ، حدیث: ۳۰۰۶

35 نجیب الحق، شعبہ طب میں مردوزن کے باہمی تعامل کے مسائل اور شرعی رہنمائی (پشاور، پشاور میڈیکل کالج، ۲۰۱۸) ص: ۳۸

36 سید سلیمان ندوی، سیرۃ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضي الله عنها (کراچی، بیت السلام، مارچ ۲۰۱۰ء): ۱۳۱

37 سورۃ الاحزاب: ۵۹

38 اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن)، سورۃ الاحزاب: ۵۹

39 جماعت علماء، معالجین اور ماہرین علوم جدیدہ، اسلامی طریقہ علاج معالجہ (لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲ء: ۵/۳۸۴

40 مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب اللباس، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، حدیث: ۲۱۲۸

41 محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الادب، حدیث: ۲۷۸۴

42 جماعت علماء، معالجین اور ماہرین علوم جدیدہ، اسلامی طریقہ علاج معالجہ (لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲ء): ۵/۳۸۳

43 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الترجل، باب مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ تَتَطَيَّبُ لِلْخُرُوجِ، حدیث نمبر ۴۱۷۴

44 محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الرضاع، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الزِّينَةِ، حدیث نمبر ۱۱۶۷

45 سورۃ النور: ۳۱

46 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب تقصیر الصلاۃ، باب فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ، الحدیث:۱۰۸۷

47 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب تقصیر الصلاۃ، باب فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ، الحدیث:۱۰۸۸

48 محمد امین ابن عابدین شامی، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الحج:۸/۱۳۱

49 نجیب الحق، شعبہ طب میں مردوزن کے باہمی تعامل کے مسائل اور شرعی رہنمائی (پشاور، پشاور میڈیکل کالج، ۲۰۱۸) ص:۳۸

50 محمد امین ابن عابدین شامی، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الحظر، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۹

51 سورۃ الرحمن:۱،۲

52 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الادب، باب الْمَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ، حدیث:۶۲۱۱

53 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الطب، بَابٌ هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ، الحدیث:۵۳۵۵

54 عز الدین ابن الأثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ) النساء، حرف الفا، رفیدة الأنصاریة :۶/۱۱۰

55 ایضا

56 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الجهاد، باب جهاد النساء، حدیث:۲۸۷۵

57 شرحِ صحیح البخاری لابنِ بطال، ابن بطال أبو الحسن (ریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ) کتاب الجهاد، باب جهاد النساء، حدیث:۲۸۷۵

58 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب الجهاد، باب في المرأة والعبد يحذيان (أي يعطيان) من الغنيمة، حدیث:۲۷۲۹

59 ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری (ریاض، دار السلام، طبع اوّل:۱۴۲۱ھ) کتاب الجهاد، بَاب مُدَاوَاة النِّسَاءِ الْجَرْحَى: ۹/۲۶

60 خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، (کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷)۹:۶/۲۰

61 مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، حدیث:۲۲۰۶

62 خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، (کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷): ۴۰۰/۵

63 عبد الواحد، مریض ومعالج کے اسلامی احکام (کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۲۰۱۳ھ): ۴۱۴

64 محمد امین ابن عابدین شامی، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الحظر، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۷۰(وَقَالَ فِي الْجَوْهَرَةِ : إذَا كَانَ الْمَرَضُ فِي سَائِرِ بَدَنِهَا غَيْرَ الْفَرْجِ يَجُوزُ النَّظَرُ إلَيْهِ عِنْدَ الدَّوَاءِ ، لِأَنَّهُ مَوْضِعُ ضَرُورَةٍ ، وَإِنْ كَانَ فِي مَوْضِعِ الْفَرْجِ ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُعَلِّمَ امْرَأَةً تُدَاوِيهَا فَإِنْ لَمْ تُوجَدْ وَخَافُوا عَلَيْهَا أَنْ تَهْلِكَ أَوْ يُصِيبَهَا وَجَعٌ لَا تَحْتَمِلُهُ يَسْتُرُوا مِنْهَا كُلَّ شَيْءٍ إلَّا مَوْضِعَ الْعِلَّةِ ثُمَّ يُدَاوِيهَا الرَّجُلُ وَيَغُضُّ بَصَرَهُ مَا اسْتَطَاعَ إلَّا عَنْ مَوْضِعِ الْجُرْحِ ا ھ فَتَأَمَّلْ وَالظَّاهِرُ أَنَّ " يَنْبَغِي " هُنَا لِلْوُجُوبِ)

65 ایضا

66 عبد اللہ سلیم، ۴۵۰ سوال وجواب برائے صحت وعلاج (لاہور، بیت السلام، ۲۰۱۴ھ): ۲۷۰

67 عبد الواحد، مریض ومعالج کے اسلامی احکام (کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۲۰۱۳ھ): ۴۱۴

68 کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س ن) کتاب الاحسان: ۴۸۹/۱۰

69 محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی (کراچی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، رجب ۱۴۳۱ھ): ۱۷۰/۱

70 ابن الحزم الاندلسي، المحلی بالآثار شرح المجلی بالاختصار (دمشق، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۷ھ) کتاب الاذان، مَسْأَلَةٌ مَنْعُ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ مِنْ حُضُورِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ: ۲/ ۲۱۷

71 محمد امین ابن عابدین شامی، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الحظر، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۸

72 محمد بن شہاب البزاز والفتاوی البزازیۃ (کوئٹہ، طبع رشیدیہ، س ن) کتاب النکاح، الثامن عشر في الحظر والإباحۃ: ۴/۱۵۷

73 نجیب الحق، شعبہ طب میں مر دوزن کے باہمی تعامل کے مسائل اور شرعی رہنمائی (پشاور، پشاور میڈیکل کالج، ۲۰۱۸) ص: ۶۴

74 محمد امین ابن عابدین شامی، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الحظر، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۹

75 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (ریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، طبعہ چہارم: جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ) کتاب: روزے کے مسائل کا بیان، باب: عرفہ کے دن روزہ رکھنا، حدیث نمبر؛ ۱۹۸۸

76 یحیی بن شرف النووي، شرح النووی علی الصحیح لمسلم (کراچی، قدیمی کتب خانہ، طبعہ دوم: ۱۳۷۵ھ)، الصیام، ۱۱۲/۴

77 محمد بن عبد اللہ الحاکم نیساپوری، المستدرک علی الصحیحین (قاہرہ، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع اوّل: ۱۴۱۷ھ) الصلاۃ، حدیث: ۶۸۷

78 المرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایۃ (لاہور، مکتبہ رحیمیہ، س ن) ۱/ ۵۷